

## آرٹیکل ۱۹: آزادی اظہار رائے بین الاقوامی قانون میں مضبوطی سے مربوط ہے

جیف ہاورڈ وضاحت کرتا ہے کہ کسی ریاست کا ICCPR کا فریق ہونے کا کیا مطلب ہے اور کس طرح افراد آزادی اظہار رائے کی خلاف ورزی سے متعلق اقوام متحدہ کی کمیٹی برائے انسانی حقوق میں اپیل دائر کر سکتے ہیں۔

آزادی اظہار رائے کو بین الاقوامی قانون میں ثابت کرنے میں سول اور سیاسی حقوق کا بین الاقوامی معاہدہ (ICCPR) مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ دنیا کے بیشتر ممالک نے اس پر دستخط کیے ہیں اور اس کی توثیق بھی کی ہے۔ وہ اقوام جنہوں نے دستخط تو کیے ہیں لیکن توثیق نہیں کی ان میں چین، کوموروس، کیوبا، نورو، پلاؤ، ساؤٹھومے اور سینٹ لوسیا شامل ہیں۔ وہ اقوام جنہوں نے نہ تو دستخط کیے اور نہ ہی توثیق کی ان میں سعودی عرب، انٹیگوا اور باربودا، بھوٹان، برونائی، میانمار، فجی، کیریباتی، ملائیشیا، جزائر مارشل، مائیکرونیشیا، عمان، قطر، سینٹ کٹس اور نیوس، سنگاپور، جزائر سلیمان، ٹونگا، ٹوالو، متحدہ عرب امارات اور ویٹی کن شامل ہیں۔

لیکن ICCPR پر دستخط یا توثیق کرنے کا مطلب کیا ہے؟ اور اگر آپ کا ملک ICCPR میں فریق ہے (تصدیق کے لئے یہاں دیکھیے)، تو آپ اس کو ذاتی طور پر اپنی انفرادی آزادی رائے کو فروغ دینے کے لئے کس طرح استعمال کر سکتے ہیں؟

### I. ICCPR میں فریق ہونے کا مطلب

جب ایک ریاست ICCPR پر دستخط کر دیتی ہے، تو اس پر لازم نہیں کہ وہ اس پر قانونی طور پر کاربند ہو، بلکہ یہ اس بات کا اظہار ہے کہ وہ اس پر کاربند ہونے کا ارادہ رکھتی ہے، اور تب تک یہ وعدہ کرتی ہے کہ ان تمام افعال سے گریز کرے گی جو اس معاہدے کے اغراض و مقاصد کی نفی کرتے ہیں۔ توثیق (یا اگر دستخط کیا گیا ہو تو 'الحاق') سے ایک ریاست ICCPR کی قانونی طور پر پابند ہوجاتی ہے۔ بہر حال یہ غیر واضح ہے کہ قانونی طور پر پابند سے دراصل کیا مراد ہے۔ عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر کوئی قانون کہیں پر لاگو ہے تو اس پر زبردستی پابندی کروائی جا سکتی ہے۔ لیکن ICCPR اور دیگر بین الاقوامی قوانین کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں۔ ICCPR کی بین الاقوامی نفاذ کا کوئی سرکاری طریقہ کار موجود نہیں ہے۔

تو پھر قانوناً پابند ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اس کا صرف یہ مطلب ہے کہ معاہدے توثیق کرنے والے فریق پر لازم ہے کہ وہ یہ یقین دہانی کرائے کہ اس کے داخلی سیاسی نظام ان حقوق کا تحفظ کریں جن کا اعادہ ICCPR میں کیا گیا ہے، ان میں رسمی قانون سے ہٹ کر دیگر اقدامات (مثلاً تربیت اور حوصلہ افزائی) بھی شامل ہیں۔ اس تحفظ کے نفاذ کے لئے کوئی خاص ادارتی طریقہ کار نہیں تجویز کیا گیا؛ اقوام متحدہ کی کمیٹی برائے انسانی حقوق جس کو ICCPR کے خصوصی مطالبات کی تشریح و تعریف کا کام سونپا گیا تھا، کا کہنا ہے کہ: "حکومت کی تمام شاخیں (ایگزیکٹو، قانون ساز اور عدالتی) اور دیگر عوامی یا سرکاری حکام ہر سطح - قومی، علاقائی یا مقامی - پر اس پوزیشن میں ہیں کہ وہ ریاستی پارٹی کی ذمہ داریوں میں مشغول ہو سکیں۔" اس زبان سے حقوق

کے تحفظ کا کوئی حتمی طریقہ کار کا تعین نہیں ہوتا، لیکن قانون نافذ کرنے والے اداروں کی شمولیت پر ضرور اصرار سامنے آتا ہے؛ ریاستی جماعتیں ”قانونی چارہ جوئی کو ممکنہ بنانے“ پر پابند ہیں۔ ان ممالک کے کافی جیورسٹ بین الاقوامی انسانی حقوق کو داخلی سطح پر لاگو کرنے میں (باوجود معاہدے پر دستخط کے) ہچکچاتے ہیں، کچھ علماء نے وکالت کی ہے کہ ایک ملک کے لیے ملکوں کے ان ہی پہلے حقوق کے معاہدے نہ کریں ”دریافت“ یہ جیورسٹ کے اس کے ہے یہ طریقہ بہترین کا ہونے کاربند پر ICCPR کی قانونی روایت کا حصہ ہیں۔ ایک قانونی عالم نے **شناخت** کیا ہے کہ آسٹریلیا نے اس وقت ICCPR کی آزادی اظہار رائے کی شق کو اپنایا جب یہ متعین کیا گیا کہ جمہوری عمل کا حق پہلے ہی اپنے اندر حق اظہار رائے کو سموئے ہوئے ہے۔

جہاں داخلی عدالتی نظر ثانی کی روایت موجود ہو، وہاں بھی عمل کا تمام تر دارومدار ججوں پر ہے کہ وہ ICCPR (یا اس سے متعلقہ داخلی قانونی شقیں جو کہ نظام قانون کو اس کے مطابق رکھتی ہیں) کی قانونی بالا دستی کو نبھانے کی ذمہ داری کو کس قدر سنجیدگی سے لیتے ہیں۔ ہم اس بنیادی سوال پر آتے ہیں: ایک ملحق یا توثیق شدہ ریاست کے شہری کے لئے کیا قانونی چارہ جوئی دستیاب ہے؟ اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ آیا آپ کے ملک نے ICCPR میں فریق ہونے کے علاوہ پہلے اختیاری پروٹوکول پڑ بھی دستخط کیا ہے یا نہیں۔

## II . پہلا اختیاری پروٹوکول

پہلا اختیاری پروٹوکول ایک مخصوص معاہدہ ہے جو شہریوں کو اجازت دیتا ہے کہ وہ اقوام متحدہ کی کمیٹی برائے انسانی حقوق کو شکایات پیش کر سکیں کہ ان کے ملک نے ICCPR کی کسی شق کی خلاف ورزی کی ہے۔ ایک سو چودہ ممالک اس پروٹوکول سے ملحق یا توثیق شدہ ہیں۔ ICCPR سے ملحق یا توثیق شدہ ۵۳ ممالک ایسے ہیں جنہوں نے **پروٹوکول** کی توثیق یا اس سے الحاق نہیں کیا۔ یہ جاننے کے لئے کہ کیا آپ کا ملک اس کا رکن ہے، **یہاں** دیکھیے۔

پہلے اختیاری پروٹوکول کے تحت، اقوام متحدہ کی کمیٹی برائے انسانی حقوق باضابطہ طور پر پروٹوکول کے فریق ممالک کے شہریوں کی شکایات قبول کرتی ہے، اور فیصلہ کرتی ہے کہ آیا متنازعہ فیہ قوانین یا ریاستی اعمال ICCPR کی رو سے درست ہیں یا اس کے خلاف ہیں۔ یہ قانونی احکام مستند ہوتے ہیں لیکن قابل نفاذ نہیں۔

سابق سوویت ریاستوں کے شہریوں کو اقوام متحدہ کی کمیٹی برائے انسانی حقوق میں اپنے کیس جیتنے میں کافی حالیہ کامیابی کا تجربہ ہوا ہے۔ ۲۰۰۹ میں کمیٹی نے مولونوو اور سعدی بمقابلہ ازبکستان کیس میں **فیصلہ** سنایا کہ ازبک حکومت نے ایک ایسے اخبار جو تاجک زبان بولنے والوں کو درپیش تعلیمی اور پیشہ ورانہ نا انصافیوں کا معائنہ کرتا ہے کی رجسٹریشن کی تجدید سے انکار کر کے ازبک شہریوں کی حقوق کی پامالی کی ہے۔ ۲۰۱۱ میں کمیٹی برائے انسانی حقوق نے کنگروو بمقابلہ ازبک حکومت کیس میں فیصلہ سنایا کہ ازبک حکومت نے ”جمہوریت اور حقوق“ نامی غیر سرکاری ادارے کی رجسٹریشن سے انکار کر کے آرٹیکل ۱۹ کی خلاف ورزی کی ہے۔ ایک اور کیس ٹوکتکنوو بمقابلہ کیرگیزستان کا فیصلہ تھا کہ کیرگیزستان کی وزارت قانون نے سزائے موت اور قیدیوں کے اعداد و شمار ہم فراہم کرنے سے انکار کر کے آرٹیکل ۱۹ کے تحت شہریوں کے حقوق کی خلاف ورزی کی ہے۔ اور زالسکایا بمقابلہ بیلاروس (۲۰۱۱) میں، کمیٹی نے شہریوں کے حق میں **فیصلہ** سنایا جب انہیں دو رجسٹر شدہ اخبارات - تووارش ”کامریڈ“ اور نارودنایا ولیا ”مرضی عوام“ - کو پہلے منظوری حاصل کیے بغیر تقسیم کرنے کے جرم میں بھاری جرمانہ عائد کیا گیا۔

اقوام متحدہ کی کمیٹی برائے انسانی حقوق کا دائرہ فقط مشرقی یورپ تک محدود نہیں۔ دیساناکیہ بمقابلہ سری لنکا (۲۰۰۸) میں سری لنکا کی پارلیمنٹ کے ایک ممتاز رکن نے دعویٰ کیا کہ وہ سپریم کورٹ کے صدر اور وزیر دفاع کے مابین طاقت کی تقسیم سے متعلق شرمناک فیصلے کو ماننے سے انکار کرتے ہیں؛ ان کو توہین عدالت کے جرم میں ۲ سال قید کی سزا سنائی گئی۔ اقوام متحدہ کی کمیٹی برائے انسانی حقوق نے فیصلہ دیا کہ یہ سزا آرٹیکل ۱۹ کے تحت ان کے حقوق کی **خلاف ورزی** ہے۔ کولمین بمقابلہ آسٹریلیا (۲۰۰۶) میں اقوام متحدہ کی کمیٹی برائے انسانی حقوق نے **فیصلہ** دیا کہ شہری کونسل نے اجازت نامے کے بغیر کان کنی، زمینی حقوق اور دیگر اہم سیاسی معاملات پر عام تقریر کرنے پر قید اور جرمانہ عائد کر کے آرٹیکل ۱۹ کے تحت شہری کے حقوق کی خلاف ورزی کی ہے۔ اور شن بمقابلہ جمہوریہ کوریا (2004) میں اقوام متحدہ کی کمیٹی برائے انسانی حقوق

نے فیصلہ سنایا کہ ایک تصویر جس میں جنوبی کوریا کو امریکہ کی کٹھ پتلی دکھایا گیا ہے بنانے کے جرم میں قید کی سزا دے کر آرٹیکل ۱۹ کے تحت مصور کے حقوق کی خلاف ورزی کی گئی۔

اقوام متحدہ کی کمیٹی برائے انسانی حقوق میں دائر کردہ درخواستیں ہمیشہ کامیاب نہیں ہوتیں۔ یہاں یہ باور کرانا ضروری ہے کہ زالے کے تمام داخلی وسیلوں کو آزمانے کے بعد ہی کمیٹی میں شکایت پیش کی جائے ورنہ کمیٹی سماعت نہیں کرتی۔ کئی کیس کبھی اقوام متحدہ کی کمیٹی برائے انسانی حقوق کے زیر غور نہیں آتے مثلاً جب درخواست کنندہ کے ملک میں مزید اعلیٰ عدالت موجود ہو جہاں درخواست دائر کی جا سکتی ہے۔ ایسی صورت میں اقوام متحدہ کی کمیٹی برائے انسانی حقوق کیس پر مزید کسی رائے کا اظہار نہیں کرتی۔ حال میں ایسا مشہور واقعہ سید احمد اور عبدالحمید بمقابلہ ڈنمارک (۲۰۰۸) تھا - جو ڈینیش کارٹونوں کے بحران سے متعلق تھا۔ کیونکہ داخلی سطح پر درخواست پہلے ہی زیر غور تھی کہ آیا اس اخبار کو جس نے محمد کے اشتعال انگیز کارٹون شائع کیے تھے، جرم کا مرتکب ٹھہرایا جا سکتا ہے کہ نہیں، کمیٹی برائے انسانی حقوق نے کیس کی سماعت سے انکار کر دیا۔

اقوام متحدہ کی کمیٹی برائے انسانی حقوق معمول میں ایسے کیسوں کی سماعت سے انکار کر دیتی ہے اور ان کو داخلی اداروں کی طرف رجوع کر دیتی ہے جن میں ثبوت غیر توثیق شدہ قرار دیے جائیں۔ ساما گبونڈو بمقابلہ جرمنی (۲۰۰۸) کیس میں سیرا لیون نژاد جرمن شہری کو بہتان کے جرم میں سزا دی گئی جب اس نے ایک پولیس افسر کو نقل و حمل کے قواعد و ضوابط کی خلاف ورزیوں کی تحقیقات کے دوران نسلی بنیاد پر توہین آمیز الفاظ استعمال کرنے پر، نسل پرست قرار دیا۔ مجرم کا اصرار تھا کہ سزا اس کے حق آزادی اظہار کی خلاف ورزی ہے؛ اقوام متحدہ کی کمیٹی برائے انسانی حقوق نے فیصلہ دیا کہ دعویٰ کی جانچ پڑتال کی لیے وجوہات اور ثبوت ناکافی ہیں۔ ایسے معاملات میں تبصرہ نہ کرنے کا طریقہ کار اپنایا جاتا ہے اور داخلی فیصلہ قائم رہنے دیا جاتا ہے۔

ایسے کیس بھی ہوتے ہیں جہاں اقوام متحدہ کی کمیٹی برائے انسانی حقوق کارروائی کی بعد فیصلہ سناتی ہے کہ ICCPR کی خلاف ورزی نہیں ہوئی۔ ہرٹزبرگ اور دیگر بمقابلہ فن لینڈ (۱۹۸۵) میں اقوام متحدہ کی کمیٹی برائے انسانی حقوق نے اس بنیاد پر کہ ”زمہ دار قومی حکام کی صوابدید کی گنجائش رہنی چاہیے“ یہ فیصلہ دیا کہ فن لینڈ کے مواصلاتی ادارے نے ہم جنس پرستی سے متعلق ۲ ٹیلی ویژن پروگراموں کو سنسر کر کے آرٹیکل ۱۹ کے پیرا آء میں رہتے ہوئے عمل درآمد کیا ہے۔ ۲۰۰۸ کے ایک کیس، ڈی جارج اسنسی بمقابلہ اسپین میں جب ایک فوجی کرنل نے شکایات کی کہ ترقی کے عمل میں مناسب انتخابی طریقہ کار نہیں اختیار کیا گیا، تو اقوام متحدہ کی کمیٹی برائے انسانی حقوق نے فیصلہ دیا کہ طریقہ کار کے خفیہ ہونے سے اس کے کسی بھی ICCPR سے محفوظ شدہ حق - جس میں معلومات کی رسائی اور حصول سے متعلق آرٹیکل ۱۹ بھی شامل ہے - کی خلاف ورزی نہیں ہوئی۔ نیم بمقابلہ کوریا (۲۰۰۳) میں اقوام متحدہ کی کمیٹی برائے انسانی حقوق نے فیصلہ سنایا کہ کورین زبان کی غیر-حکومتی نصابی کتب کی اشاعت پر پابندی کے قانون سے مصنفوں کے اپنے پیشہ وارانہ علم کے عام اظہار کے حق کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ اور رابرٹ فورسوں بمقابلہ فرانس (۱۹۹۶) میں، جو ایک عالم کے آشوتز میں گیس چیمبر کے وجود سے انکار کے بارے میں تھا، کمیٹی کا فیصلہ تھا کہ فرانس کا گے سوٹ قانون، جس کے تحت نیورمبرگ مقدمات کے نتائج سے اختلاف جرم ہے، آرٹیکل ۱۹ کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

اگر اقوام متحدہ کی کمیٹی برائے انسانی حقوق فیصلہ سنائے کہ ICCPR کی خلاف ورزی ہوئی ہے، تو وہ ممبر ملک کو کیس پر دوبارہ غور کرنے کے لیے ”دباؤ“ ڈالتی ہے، کئی بار ICCPR سے متنازعہ قانون کو قانونی طور پر ہٹانے اور، کیس کے حساب سے، تعزیری اور متلافی نقصان بھرنے کی بھی تجویز کرتی ہے۔ کئی بار اقوام متحدہ کی کمیٹی برائے انسانی حقوق کے فیصلے سے داخلی تبدیلی آ جاتی ہے اور کئی بار نہیں۔ اقوام متحدہ کی کمیٹی برائے انسانی حقوق ممبر ممالک سے رپورٹ طلب کرتی ہے کہ انہوں نے کس طرح متعلقہ تبدیلی نافذ کی، لیکن بہت دفعہ کمیٹی کو رپورٹ موصول نہیں ہوتی۔

### پہلے اختیاری پروٹوکول کے خلاف مزاحمت: امریکی کیس III

جن ممالک نے ICCPR کا ممبر ہونے کے باوجود پہلے اختیاری پروٹوکول پر دستخط نہیں کیا، ان کے لئے رسمی طور پر شکایت

کا طریقہ کار موجود نہیں۔ امریکہ نے سب سے پہلے اختیاری پروٹوکول کے قیام کی حمایت میں ووٹ دیا، اور ابھی تک خود اس کی توثیق کرنے سے منکر ہے۔ - انسانی حقوق کے گروہ طویل عرصے سے امریکہ کے اس انکار کی تنقید کر رہے ہیں، جو - ICCPR سے متعلق امریکی تحفظات کی طویل فہرست سے مل کر - امریکہ کی داخلی قانونی پریکٹس پر ICCPR کے اثر کو زائل کر دیتا ہے۔ امریکا کے اس بظاہر بعیدالعقل موقف پر، جہاں وہ ایک طرف تو بین الاقوامی انسانی حقوق کے قانون کی توسیع کی بھرپور وکالت کرتا ہے اور دوسری طرف اس کا پابند ہونے سے مسلسل انکار کر رہا ہے، عالمانہ مباحثوں سے مختلف ممکنہ وجوہات سامنے آتی ہیں۔ چند مقبول وجوہات میں امریکی سیاسی اور قانونی حلقوں میں امریکی غیر معمولیت کے تصور کا کردار ہے، یعنی: امریکہ اور اس کے ادارے اخلاقی معیار میں دوسری اقوام کے درمیان منفرد ہیں لہذا بین الاقوامی انسانی حقوق کے قانون ان کے لئے ہیں جو امریکی آئین کی طرف سے پہلے ہی محفوظ ہونے کی خوش قسمتی نہیں رکھتے۔ منفی سطح پر علما اس عمومی شک و شبہے اور شاید غرور کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو نہ صرف امریکی عوام بلکہ خواص میں غیر ملکوں اور دوسری ثقافتوں کے خلاف موجود ہے۔ کونزرویٹیو داخلی قانونی مشوروں میں غیر ملکی قانون کی شمولیت کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ایک مورخ نے اس کو ”دنیا سے متعلق قبیلہ پرست اور غیر ملکی چیزوں سے متعلق مشکوک نقطہ نظر“ کی پیداوار قرار دیا ہے جو جنگ کے بعد سے رائج ہے۔

ایک اور عالم امریکی غیر معمولیت کے تصور کو امریکہ کی انسانی حقوق کے کنونشن کی مزاحمت کی وضاحت کے طور پر قبول نہیں کرتے۔ چلیے ہم ان کے تجزیے کو پہلے اختیاری پروٹوکول کی سلسلے میں زیر غور لاتے ہیں۔ وہ امریکی مزاحمت کے ضمن میں چار عوامل کا ذکر کرتے ہیں۔ پہلا امریکہ کی اہم جغرافیائی و سیاسی طاقت ہے، جس سے سودہ بازی میں اس کا پلڑہ بھاری رہتا ہے۔ حقیقت پسند بین الاقوامی تعلقات کا نظریہ کہتا ہے کہ اگر ایک قوت ایسے معاہدے کر سکتی ہے جو منصفانہ حد سے بڑھ کر اس کے لئے فائدہ مند ہیں، تو وہ کرے گی۔ لیکن کیونکہ انسانی حقوق کے کنونشن سودہ بازی کے بجائے قانونی طور پر نافذ ہوتے ہیں تو پہلے اختیاری پروٹوکول پر دستخط کر کے امریکہ اپنے مفاد کے لئے دباؤ ڈالنے کی قوت کھو دے گا۔ اسی طرح شاید اپنے فوجیوں کی مجرمانہ ذمہ داری کے بارے میں خدشات کی بنا پر بین الاقوامی فوجداری عدالت سے امریکی مزاحمت بھی اسی خیال کی تائید کرتی ہے - دوسرا امریکہ میں گہرے اور مستحکم جمہوری ادارے موجود ہیں۔ جہاں پنپتی ہوئی جمہوریتوں کی اعتدال پسند قیادت شاید نازک ملکی اداروں کو اندرونی خطرات سے بین الاقوامی تحفظ دینا چاہیں، وہاں امریکہ جیسی مستحکم جمہوریت کو اس سے کچھ خاص حاصل نہیں۔ تیسرا یہ کہ، اس بات سے الگ کہ امریکہ کو پہلے اختیاری پروٹوکول پر دستخط کر کے کوئی خاص فائدہ نہیں، بہت سارا امریکی دایاں بازو، اگرچہ انسانی حقوق کے علمی معیار کا عمومی طور پر قائل ہے، لیکن ان معیاروں کی تفصیل اور تشریح سے اختلاف رکھتا ہے۔ اگر جنوب کی عوام واشنگٹن ڈی سی میں بیٹھے اشرافیہ کی دخل اندازی پسند نہیں کرتے تو غیر ملکوں کے اس عمل کی مزید شدت سے مخالفت حیران کن نہیں۔ آخر میں یہ کہ امریکی سیاسی نظام انتہائی غیر مرکزی ہے؛ نظام جتنا غیر مرکزی ہو گا ویٹو کے اتنے ہی مواقع ہوں گے اور بین الاقوامی ذمہ داریوں کا قبول کیا جانا اتنا ہی کم ممکن ہے۔ اس نظریے کی تعمیم کی جا سکتی ہے: علاقائی غلبے، جمہوری استحکام، نظریاتی قدامت پرستی، اور غیر مرکزیت سب بین الاقوامی کنونشنز، خاص طور پر پابند کرنے والی کنونشنز کی منظوری کے خلاف جاتے ہیں۔ یہ تجزیہ پہلے اختیاری پروٹوکول اور خود اور ہے بھی غالب طور پر علاقائی، گے کریں تجزیہ میں حصے آخری ہم کا جس، عرب سعودی، ہے ہوتا لاگو پر دونوں، ICCPR نظریاتی طور پر قدامت پسند بھی۔ اس نے نہ تو ICCPR پر دستخط کے ہیں اور نہ ہی اس کی توثیق کی ہے۔

#### IV. ICCPR کے خلاف چینی: مزاحمت کے خلاف

انیس سو ستتر میں ICCPR پر دستخط کرنے کی بعد آخر کار امریکہ نے ۱۹۹۲ میں اس کی توثیق کردی۔ یہ تاخیر شاید ایک رجحان بن گئی: اگرچہ چین نے ICCPR پر ۱۹۹۸ میں دستخط کر دیے تھے لیکن اب تک توثیق نہیں کی۔ چینی حکومت نے ICCPR کی توثیق کے ارادے سے متعلق کئی سرکاری دستاویزات جاری کی ہیں تاہم کوئی مخصوص ٹائم لائن فراہم نہیں کی۔ مثلاً ایک دستاویز میں ہے: ”چین نے سیاسی اور شہری حقوق کے بین الاقوامی عہد پر دستخط کر دیے ہیں اور اس معاہدے کے ساتھ بہتر منسلک ہونے کے لئے قانونی، عدالتی اور انتظامی اصلاحات جاری رہیں، تاکہ ICCPR کی توثیق کی راہ ہموار کی جائے۔“

بہر حال اس بات کی کوئی سرکاری وضاحت نہیں کی گئی کہ ICCPR کی عہدنامے اور چینی داخلی قوانین کے مابین آخر وہ کون سے تنازعات ہیں جن میں مفہمت کی ضرورت ہے۔ سرکاری قانونی علما کے مطابق اس کا آرٹیکل ۱۹ کے آزادی اظہار رائے کے حق کے تحفظ کی شق سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ آزادی اظہار رائے کا حق تو پہلے ہی چینی آئین کے آرٹیکل ۳۵ کے تحت محفوظ ہے۔

قانونی بحثوں سے دو اہم نکات ظاہر ہوتے ہیں، سزائے موت اور مشقت کے ذریعے دوبارہ تربیت۔ کیونکہ تعزیرات چین میں بہت سے مبہم جرائم (مثلاً عوامی نظم و ضبط یا عوام کے تحفظ کو خطرے میں ڈالنا) کی سزا موت ہے۔ چین کے ”مشقت کے ذریعے تربیت“ کی نظام کے تحت چھوٹے جرائم مثلاً چھوٹی موٹی چوری یا عصمت فروشی پر لوگوں کو ۳ سال تک لیبر کیمپ میں رکھ کر مشقت کروائی جا سکتی ہے۔ یہ سزائیں عدالتی نظام کے بجائے پولیس جاری کرتی ہے، جو ICCPR کے آرٹیکل 9.4 کے خلاف ہے۔ مفاہمت کی راہ میں دیگر مسائل میں آرٹیکل ۱۲ کی کھلی نقل و حرکت کی ضمانت شامل ہے جو چین کے حوکو رہائشی پرمٹ کے نظام کے خلاف ہے۔ اور آرٹیکل ۲۲.۱ میں موجود ایسوسی ایشن کی آزادی کی حفاظت جس کے تحت ٹریڈ یونین کی تشکیل اور اس میں شامل ہونے کا حق حاصل ہے، چین کے قانون کے خلاف ہے جس کے تحت آل چین ٹریڈ یونین نظام سے الگ یونین بنانا ممنوع ہے۔

چین میں ICCPR سے مفاہمت کی سست رفتار کے حق میں دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ انسانی حقوق کے مکمل تحفظ کے لئے اقتصادی ترقی ناگزیر ہے۔ دعویٰ یہ ہے کہ وقت سے پہلے انسانی حقوق کے نظام کو اپنانا چین کی ترقی کے دور کو، جو تمام چینوں کو مادی ترقی اور خوشحالی دے گا، مجروح کر دے گا۔ جیسا کہ چین کے ایک اسٹیٹ کونسلر نے ۲۰۰۵ میں کہا: ”علاقے میں انسانی حقوق کی ترقی کی راہ میں سب سے اہم رکاوٹ غربت ہے۔ لہذا ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم ترقی کو – یعنی اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حالات کو – سب سے زیادہ اہمیت دیں۔“ لیکن ان بیانات سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ انسانی حقوق کی مخالفت میں بتدریج کمی ہو گی؛ لیکن ایسا ہوتا نظر نہیں آ رہا۔ چینی حکام کے بیانات کو ذرا شک کی نظر سے ہی دیکھنا چاہیے؛ نیویورک ٹائمز نے حال ہی میں **ریپورٹ** شائع کی ہے کہ چینی حکام ”میڈیا اور انٹرنیٹ پر سخت ترین حدود کی حمایت کر رہے ہیں۔“

#### V. ICCPR اور اعلانات تحفظات سے مزاحمت:

اگر چین ICCPR پر دستخط اور اس کی توثیق کر دے گا تو یقیناً بہت سے دیگر ممبران کی پیروی کرتے ہوئے واضح تحفظات کے ساتھ: ایسی شرائط جو معاہدے سے ان کی وابستگی کی حدود ظاہر کرتی ہیں۔ اگرچہ تحفظات عہدنامے کے ”اغراض و مقاصد“ کے متضاد نہیں ہو سکتیں، لیکن یہ سرکاری حکام کے نظریاتی اور اپنے مفاد کی بنیادوں پر ICCPR سے اختلاف کی عوامی علم میں موجود ننگی مثالیں ہیں۔ کچھ علما اور کارکن تحفظات کو ایسا عمل جانتے ہیں جو معاہدے کے بنیادی مقاصد کو خطرے میں ڈالے بغیر اخلاقی اختلاف رائے، تشریحی اور ادارتی تفریق کی اجازت دیتا ہے؛ جب کہ دوسرے اس کو تنگ نظر ممالک کے لئے ایسی راہ سمجھتے ہیں جس کے ذریعے وہ انسانی حقوق کو کھوکھلا کرنے کے باوجود ICCPR کے دستخط کنندہ ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔

بحرین ایک اہم مثال ہے: وہ صنفی امتیاز کے خلاف دفعات (شق ۳)، مذہبی آزادی (شق ۱۸)، اور خاندان کے حقوق (شق ۲۱) کو یوں تشریح کرتا ہے کہ: ”اسلامی شریعت کے اصولوں پر کسی بھی طرح اثر انداز نہیں“ (یہاں پر یہ بات نوٹ کی جائے کہ بحرین پہلے اختیاری پروٹوکول کا ممبر نہیں؛ اس کے شہریوں کے پاس شکایت کا کوئی سرکاری طریقہ کار موجود نہیں)۔ یہاں یہ بحث کی جا سکتی ہے کہ انسانی حقوق کے بین الاقوامی گروہ میں یہ قلیل شمولیت انسانی حقوق کو مکمل تسلیم کرنے کی جانب ارتقاء کے سست عمل کی شروعات ہیں۔ پاکستان ایک اور ایسا ملک ہے جس نے ICCPR کی شقوں کی پاکستان کے جزوی طور پر شرعی قانون کی بنیاد پر بنے ہوئے آئین سے مطابقت کے بارے میں تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ بہر حال ناقدین کا اصرار ہے کہ اس قسم کے تحفظات ان ممالک میں آزادی کی تگ و دو کو فروغ دینے کے بجائے کمزور کرتے ہیں۔

آرٹیکل ۱۹ سے متعلق جن تحفظات کا حوالہ سب سے زیادہ دیا جاتا ہے وہ ممالک کی تمام مواصلات کے لئے لائسنس کی ضرورت کو برقرار رکھنے کی خواہش ہے؛ لکسمبرگ، موناکو، آئر لینڈ اور اٹلی، سب ان تحفظات میں شامل ہیں۔ آرٹیکل ۱۹ سے متعلق مالٹا کی تحفظات میں سے ایک یہ تشریح ہے کہ یہ اس مطالبے کے مطابق ہو کہ کام کے اوقات کے دوران سرکاری افسران کو فعال سیاسی بحث میں شامل ہونے کی اجازت نہیں۔ اس سے بھی زیادہ پریشان کن یہ ہے کہ مالٹا آرٹیکل ۱۹ کو اس داخلی قانون سے تسلسل میں **قرا دیتا** ہے جس کا مقصد ”غیرملکیوں کی سیاسی سرگرمیوں کی حدود کو قابو میں رکھنا“ ہے۔

## VI. ICCPR کے خلاف سعودی: مزاحمت خلاف کے

سعودی عرب نے نہ تو ICCPR کو مانا ہے، نہ اس پر دستخط کیے ہیں اور نہ ہی اس کی توثیق کی ہے۔ چونکہ خارجہ پالیسی کے بارے میں سعودی عرب میں کوئی شفاف سیاسی بحث و مباحثہ منظر عام پر نہیں لہذا ICCPR کے دستخط اور توثیق نہ کرنے کی صحیح وجہ کا انتخاب کرنا مشکل ہے۔ پہلے اختیاری پروٹوکول کے تحت نفاذ کا کوئی طریقہ کار موجود نہیں، اس لئے اس جھجھک کی وجہ زبردستی نفاذ کا خوف نہیں ہو سکتی۔ صنف کی بنیاد پر امتیازی سلوک جاری رکھنے کے باوجود سعودی عرب نے عورتوں کے خلاف امتیازی سلوک کی تمام اقسام کے خاتمے کے کنونشن کی توثیق کر دی ہے۔ پھر ICCPR پر دستخط کیوں نہیں کرتا؟

چلیے سعودی عرب کی جانب سے کسی اصولی دلیل کا تصور کرتے ہیں۔ اس ممکنہ وضاحت کی بنیاد اس نقطہ نظر پر ہے کہ ہے نہیں جدوجہد کی بیان کے اخلاقیات اجتماعی کی معاشروں تمام واقعتاً یہ اور، نہیں معاہدہ الاقوامی بین ایک دراصل ICCPR بلکہ یہ ایک مخصوص مغربی معاہدہ ہے جو انسانی حقوق کا ایک ایسا نقطہ نظر پیش کرتا ہے جو سعودی عرب کے لوگوں کی اخلاقی قدروں اور عزائم سے مختلف ہے۔ لہذا یہ کہنا درست ہو گا کہ یہ مغرب کی مصنوعات میں سے ہے جو کہ ان لوگوں کے گہرے عقائد کی نمائندگی نہیں کر سکتا جو انسانی وقار سے متعلق مغربی نقطہ نظر کی تشریح سے بنیادی اختلاف رکھتے ہیں۔ مشرق وسطیٰ کی ضرورت مختلف ہے – جو اس کے پاس موجود ہے: 2004 کا انسانی حقوق پر عرب چارٹر، ایک عالم کے مطابق یہ سعودی قیادت میں ”اس تاریخی اور بنیادی سوال کہ آیا اسلامی اصول انسانی حقوق کی عالمیت سے مطابقت رکھتے ہیں سے نمٹنے کا نیا فارمولہ“ بنانے کی کوشش ہے۔ ICCPR سے کمتر حقوق کا تذکرہ کر کے اس چارٹر کا جواب ”ہاں“ میں ہے۔

لہذا سعودی یہ بحث کر سکتے ہیں کہ: ہم ICCPR پر دستخط یا اس کی توثیق کیوں کریں جب ہمارے پاس ہماری اپنی دستاویز موجود ہے جو ہماری اقدار سے بہتر مطابقت رکھتی ہے؟ اس جواب سے انسانی حقوق کے محافظ مطمئن نہیں ہوں گے جو یہ سمجھتے ہیں کہ لبرل جمہوریت صرف ایک مغربی اختراع نہیں بلکہ عالمی سطح پر حکومت کا صحیح نظام ہے۔ جب اقوام متحدہ نے انسانی حقوق کے عرب ممالک سے توثیق شدہ عرب چارٹر کے تصور پر جوش و خروش کا اظہار کیا (1994 کے عرب چارٹر کے برخلاف جس کی کبھی توثیق نہیں ہوئی)، تو اس کا یہ خیال نہیں تھا کہ یہ اخلاقی طور پر ایک قلیل دستاویز ہو گی۔ 2004 کا چارٹر پہلے پہل اقوام متحدہ کے منتخب شدہ عرب ماہرین کا بنایا ہوا تھا، اور ICCPR سمیت مختلف انسانی حقوق کی دستاویزات سے ماخوذ تھا۔ لیکن عرب لیگ نے اس میں حد درجہ ترامیم کی۔ جیسا کہ ایک عالم نے نوٹ کیا، ”چند بنیادی ترامیم کی گئیں جن کی وجہ سے بد قسمتی سے چند دفعات بین الاقوامی قانون سے متضاد ہو گئیں اور چند اہم شقیں خارج کر دی گئیں“۔ کارکن اور علما عرب چارٹر کے ۱۹۹۰ کے اسلام میں انسانی حقوق کے قاہرہ اعلانہ کے منظوری تذکرے سے خصوصی طور پر فکرمند ہیں جس میں تمام انسانی حقوق کو واضح طور پر شرعی قانون کے ماتحت قرار دیا گیا تھا؛ ایک عالم کے مطابق یہ منظوری عرب چارٹر کی ”سالمیت کو مشکوک کر دیتی ہے“۔ آزادی اظہارِ رائے کے موضوع پر چارٹر ”سرحدوں سے قطع نظر معلومات کے حصول کا حق، رائے اور اظہار کے حق کی آزادی، معلومات کی تمام ذرائع سے تلاش، حصول اور ترسیل کا حق“ – جو کہ انسانی حقوق کے عالمی منشور سے ماخوذ ہے – کی یقین دہانی کرتا ہے، تاہم آرٹیکل ۳۲ (۲) میں اس انتباہ کا اضافہ کرتا ہے کہ یہ تمام حقوق اور آزادیاں معاشرے کے بنیادی فریم ورک میں عمل پذیر ہوں گی۔ پابندیاں صرف وہاں عائد ہوں گی جہاں دوسروں کے حقوق یا نیک نامی کی حفاظت کا سوال ہو یا پھر قومی سلامتی، عوامی نظم و ضبط، صحت یا اخلاقیات کی حفاظت کا معاملہ ہو۔

ہم ان اضافات کا مذاق اڑائیں یا ان کو عرب دنیا کی آزادی کی سست راہ میں ضروری تاخیر سے تاویل کریں، زیر بحث ہے۔ کئی علما کا خیال ہے کہ اسلامی معاشرے صرف اس وقت لبرل اقدار کی حمایت کریں گے جب رائج قرآنی تفاسیر لبرل جمہوریت کو بنیادی اسلامی اصولوں کا منتقی تسلسل قرار دیں گی، اور اس میں وقت درکار ہے۔ ”عرب بیداری“ سے یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ”وقت درکار ہے“ کی دلیل شاید صرف عرب جابر حکمرانوں کے لیے یہ کہنے کا سہل بہانہ ہو کہ ابھی ان کے لوگ جمہوریت کے لیے ”تیار نہیں“۔

تمام باتوں سے قطع نظر، عرب چارٹر کو ICCPR کے متبادل کے طور پر فروغ دینے اور ICCPR پر دستخط یا اس کی توثیق سے انکار کر کے، سعودی عرب نے (اپنے سربراہوں کے مطابق) اسلامی سیاسی اقدار کی ضروریات کے دفاع میں مرکزی کردار اختیار کیا ہے۔ ایسا کرنے سے وہ سعودی عرب کے اس دوسرے تصور کے برعکس گیا ہے جو اس کے مغربی قوتوں سے قریبی تعلقات کی

بنا پر اس کو اسلامی دنیا کی قیادت کے لئے نا اہل کرتا ہے - اور جس تصور کو ایران فروغ دینا چاہتا ہے.  
(اضافی تحقیق جیکب ایمس)

---

اشاعت کی تاریخ فروری 10, 2012